بنات النبیؐ پر ہنری لامنس کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

خاور سلطانہ*

مستشرقین کی جانب سے اسلام کے لیے بالعموم اور رسول پاکؐ کے لیے بالخصوص جو طرزِ عمل اختیار کیا گیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ سیرت رسول ﷺ کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا مستشرقین کی حکمتِ عملی کا مستقل حصہ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اسلام کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ انہوں نے حضرت محمدؐ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ساتھ آپؐ کی پیاری صاحبزادیوں کو بھی اعتراضات کا ہدف بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ان مستشرقین میں فرانس کا ہنری لامنس سب سے پیش پیش ہے۔

ہنری لامنس (1862-1937) بیلجیم نژاد ایک مشہور مستشرق تھا۔ 15 سال کی عمر میں اس نے بیروت میں "Society of jesus" میں شمولیت اختیار کی اور لبنان میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ وہاں آٹھ سال کے دوران لامنس نے عربی کے ساتھ ساتھ لاطینی اور یونانی زبانوں میں عبور حاصل کیا۔ اس کا قابلِ ذکر کام "Dictionary of Arabic Usage" تھا۔ یہ 1889ء میں منظر عام پر آیا۔ اس نے بیروت کے اخبار میں البشیر کا مدیر اعلیٰ رہا۔ 1907 میں اُس نے اپنا کیرئیر "Jesuit School of African Orientals studies and" سے کیا۔ اُس نے بنو امیہ اور قبل از اسلام عرب پر بہت سا کام کیا۔ اس نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بہت سے مضامین بھی لکھے۔(۱) اگرچہ مغرب میں اس کے کام کو بطور اسلامی مؤرخ سراہا گیا۔ مگر اس پر تنقید بھی کافی ہوئی۔ خصوصاً 1912 میں چھپنے والی Fatima et les Filles de Mahomet میں جو اس نے انتہائی گستاخانہ اور معاندانہ رویہ اپنایا اس پر بہت اعتراضات ہوئے۔

ہنری لامنس کے اعتراضات کا ناقدانہ جائزہ:

چند لوگوں کے سوا باقی تمام مسلمان اور یورپی مؤرخین متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حضرت خدیجہؓ کے بطن سے چھ اولادیں تھیں، دو بیٹے اور چار بیٹیاں۔ لامنس نے حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے سوا رسول اللہ ﷺ کی باقی تمام بیٹیوں کے وجود سے انکار کیا ہے۔ اس کی غرض غالبًا یہی ہے کہ ثابت شدہ حقائق کو جان بوجھ کر مسخ کیا جائے اور حق سے کھلم کھلا روگردانی اختیار کر کے باطل کی پیروی کی جائے۔ وہ لکھتا ہے!

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، باغبانپورہ، لاہور، پاکستان۔

''واقعہ یہ ہے کہ حقیقت میں ان بیٹیوں کا کوئی وجود نہ تھا۔ یہ سب مؤلفین سیرت نبوی کی من گھڑت روایات ہیں، جو انہوں نے محض اس لیے اختراع کر لی ہیں کہ محمد ﷺ کی نسل کو زیادہ ثابت کیا جائے۔''(۲)

کتب حدیث، تاریخ اسلام وسیرت نبویہ کی ابتدائی اور مستند کتابیں شاہد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔

کتبِ احادیث میں تذکرہ بنات النبیؐ:

محدثین نے کتب حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کا تذکرہ کئی عنوانات کے تحت کیا ہے: صحاح ستہ میں حضرت فاطمہؓ کے علاوہ دیگر بیٹیوں کا تذکرہ کئی مقامات پر ملتا ہے۔ جیسے صحیح بخاری میں حضرت عثمانؓ کی غزوۂ بدر میں غیر حاضری کا سبب یہ بتایا جاتا ہے:

''واما تغيبه عن بدر فانه كان تحته بنت رسول الله ﷺ و كانت مريضة.'' (۳)

''غزوہ بدر میں حضرت عثمانؓ اس لئے شامل نہ ہو سکے تھے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی جو بیٹی (حضرت رقیہؓ) تھیں وہ بیمار تھیں۔''

صحیح مسلم میں حضرت زینبؓ کی تجہیز و تکفین کے تذکرے سے پہلے یہ الفاظ ہیں:

''لما ماتت زينبؓ بنت رسول الله ﷺ.'' (۴)

صحیح بخاری میں حضرت ام کلثومؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے:

''أنه رأى على ام كلثومؓ بنت رسول اللهؐ الله برد حرير سيراء.'' (۵)

الحمیدی، (م-۲۱۹ھ) اپنی مسند میں حضرت امامہؓ بنت العاص کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امامة بنت العاص وهى ابنته زينبؓ بنت رسول الله ﷺ'' (۶)

سنن ابوداؤد، میں آپ کی بیٹی حضرت زینبؓ کا تذکرہ موجود ہے۔ (۷)

ہیثمی اولاد النبی ﷺ کے بارے میں ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''أن خديجةؓ ولدت لرسول الله ﷺ ستة : عبداللهؓ والقاسمؓ، وزينبؓ، ورقيةؓ، وأم كلثومؓ و فاطمةؓ''(۸)

ان تمام احادیث سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔

کتبِ سیر میں تذکرہ اولادنبوی ﷺ

تمام سیرت نگاروں نے اولادِ نبوی ﷺ کا جہاں بھی ذکر کیا ہے، وہاں آپ کی چاروں بیٹیوں کا ہی تذکرہ کیا ہے۔

☆ قدیم ترین سیرت نگار، محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ) اپنی کتاب ''السیرۃ النبویۃ'' میں لکھتا ہے:

''فولدت له قبل أن ينزل عليه الوحي ولده كلهم: زينبؓ، وأم كلثومؓ، ورقيهؓ، وفاطمهؓ، والقاسمؓ، والطاهرؓ، والطيبؓ.'' (۹)

''حضرت خدیجہؓ کے بطن سے رسول اللہ ﷺ پر وحی کے نزول سے قبل تمام اولاد پیدا ہوئی: زینبؓ، اُم کلثومؓ، رقیہؓ، فاطمہؓ، قاسمؓ، طاہرؓ اور طیبؓ۔''

☆ محمد بن ہشام (م ۲۱۸ھ) نے اپنی کتاب ''السیرۃ النبویۃ'' میں اولادنبوی ﷺ کو ایک مستقل عنوان ''تحت حدیث تزویج رسول ﷺ خدیجہؓ واولادہ من خدیجہؓ'' کے بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''أكبر بنيه القاسمؓ، ثم الطيبؓ، ثم الطاهرؓ، وأكبر بناته رقيهؓ، ثم زينبؓ، ثم أم كلثومؓ، ثم فاطمهؓ''(۱۰)

''آپؐ کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسمؓ، پھر طیبؓ، پھر طاہرؓ اور بڑی بیٹی حضرت رقیہ تھیں، پھر زینبؓ اور پھر اُم کلثومؓ اور پھر فاطمہؓ۔''

اسی طرح ابن سعد لکھتے ہیں:

''عن ابن عباسؓ: كان اول من ولد رسول الله ﷺ بمكة قبل النبوة القاسمؓ، وبه كان يكنى، ثم ولدله زينبؓ، ثم رقيهؓ، ثم فاطمهؓ، ثم أم كلثومؓ'' (۱۱)

''ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں مکہ میں نبوت سے قبل حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے، جن کی وجہ سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ پھر زینبؓ پیدا ہوئیں، پھر رقیہؓ، پھر فاطمہؓ، اور پھر اُم کلثومؓ۔''

کتبِ انساب میں تذکرۂ بنات النبی ﷺ:

علمائے انساب اپنی تصانیف میں قبائل کے نسب بیان کرتے ہیں۔ ان نسبی تفاصیل میں مذہبی رجحانات کا دخل ہرگز نہیں ہوتا بلکہ محض تاریخی معلومات کی حیثیت سے ان کو مدون و مرتب کیا جاتا ہے۔ اکابر علمائے انساب نے بھی اپنی کتب میں رسول اللہ ﷺ کی حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہونے والی اولاد میں ۲ صاحبزادوں اور ۴ صاحبزادیوں کا ذکر کیا ہے۔

مصعب زبیری، (م ۲۳۶ ہجری) نے اپنی مشہور تصنیف ''نسب قریش'' میں رسالت مآبؐ کی اولاد جو حضرت خدیجہؓ سے متولد ہوئی، اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''فولد رسول الله ﷺ القاسمؓ، وهو أكبر ولده، ثم زينبؓ، ثم عبداللهؓ، ثم أُم كلثومؓ، ثم فاطمةؓ، ثم رقيةؓ'' (۱۲)

ابوجعفری بغدادی (م ۲۴۵ ہجری) اپنی مشہور کتاب ''المحبر'' میں لکھتے ہیں:

''فولدت، للنبی ﷺ القاسمؓ، وزينبؓ، أُم كلثومؓ، وفاطمةؓ، وعبداللهؓ، وهو الطاهر والطيب.'' (۱۳)

ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶ ہجری) اپنی کتاب ''جمہرۃ انساب العرب'' میں رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''وكان له عليه السلام من البنات زينبؓ، اكبرهن وتاليتها رقيةؓ، وتاليتها فاطمةؓ، وتاليتها أُم كلثومؓ'' (۱۴)

ابن قدامہ المقدسی (۶۲۰ھ) اپنی کتاب ''التبیین فی انساب القرشیین'' میں بنات النبی ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فأمابنات النبیؐ فاربع، لا خلاف فيهن، كلهن اسلمن وهاجرن، وقد اختلف فی كبراهن والصحيح انها زينبؓ، ثم رقيةؓ ثم أُم كلثومؓ ثم فاطمةؓ'' (۱۵)

یہ تمام کتابیں اس فن میں قدیم ماخذ کے درجہ میں شمار کی جاتی ہیں۔ علمائے انساب کی تحقیقات کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حقیقی طور پر چار صاحبزادیاں ہیں۔

لامنس نے اپنی کتاب میں بعض جگہ حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب الکبریٰؓ کا

انتہائی دل آزار انداز میں ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے:

''کتنے تعجب کی بات ہے، زینبؓ کی اولاد کو مؤرخین عرب اور دیگر مسلمانوں نے اس قدر گمنامی کی حالت میں ڈال دیا کہ آج ان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ حیرت بالائے حیرت یہ کہ والد مکہ سے ہجرت کرتے ہیں لیکن بیٹی کو قریش کے رحم و کرم پر مکہ ہی میں چھوڑ جاتے ہیں۔'' (۱۶)

رسول پاک ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت زینبؓ، جن کو آپؐ نے ھی افضل بناتی (۱۷) کہہ کر فضیلت دی۔ ان کی اولاد کا تذکرہ گمنامی میں ہرگز نہیں بلکہ حدیث وسیرت کی تمام ابتدائی کتب میں حضرت زینبؓ کی بیٹی امامہؓ اور بیٹے حضرت علی بن ابی العاصؓ کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت امامہؓ بنت العاص کا ذکر رسول اللہؐ کی محبت کے حوالے سے ہے کہ نماز کے دوران بھی انہوں نے حضرت امامہؓ کو خود سے جدا نہ کیا۔ (۱۸) اسی طرح بارگاہِ نبویؐ میں کہیں سے بیش قیمت ہار آیا تو آپؐ نے تمام ازواج مطہرات کی موجودگی کے باوجود وہ ہار حضرت امامہؓ بنت ابی العاص کو دیا۔ (۱۹) اسی طرح علی بن ابی العاصؓ کا ذکر بھی کتبِ سیرت وحدیث میں موجود ہے۔ (۲۰) جن میں بآسانی ان کے حالات زندگی معلوم کیے جا سکتے ہیں۔

جہاں تک لامنس کے دوسرے اعتراض کا تعلق ہے کہ حضور اکرم ﷺ خود ہجرت کر جاتے ہیں لیکن بیٹی کو قریش کے رحم وکرم پر مکہ ہی میں چھوڑ جاتے ہیں۔ تو حالات کا جائزہ لینے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو حالات کے پیش نظر صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی آپؐ کے ساتھ ہجرت میں شریک تھے۔ قرآن پاک میں اس کی گواہی موجود ہے:۔

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (۲۱)

''اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر (مدینہ منورہ) تشریف لے جانا ہوا۔ صرف دو جان سے، جب وہ دونوں غار میں تھے۔''

آپؐ کے باقی گھر والوں (حضرت فاطمہؓ، حضرت اُم کلثومؓ، حضرت سودہؓ) نے آپؐ کی ہجرت کے چھ ماہ بعد ہجرت کی کیونکہ فوری طور پر سب کا ہجرت کرنا ممکن نہ تھا۔ (۲۲) البتہ غزوۂ بدر کے بعد جب حالات کچھ سازگار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوالعاص بن الربیعؓ سے وعدہ لیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو مدینہ بھجوا دیں گے۔ تقریباً رسول اللہؐ کی ہجرت کے ایک سال بعد حضرت زینبؓ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئیں۔

عمر ابوالنصر لکھتے ہیں:

"لامنس نے سیدھے سادھے حقائق کو مسخ کر کے جو نتائج نکالے ہیں وہ حد درجہ افسوسناک ہیں۔
واقعہ یہ ہے کہ حضرت زینبؓ کو اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی کیونکہ وہ ان سے غایت درجہ حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور مشرکین سے ان کی پوری حفاظت فرماتے تھے۔" (۲۳)

حضرت فاطمہ الزہراؓء بنت رسول اللہ ﷺ کو تاریخ اسلام میں جو حیثیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی اور محبوب بیٹی ہیں۔ ذاتی خوبیوں، پاکیزہ سیرت اور تقویٰ وطہارت کے اعتبار سے آپؓ کا شمار صفِ اول کی صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپؓ انتہائی فرمانبردار بیٹی، بے حد صابر وشاکر بیوی، بہترین ماں اور نہایت بلند پایہ خاتون تھیں۔ آپؓ جیسی مطہرہ و پاکیزہ ہستی کی زندگی کے کسی بھی گوشے پر کوئی مسلمان حرف گیری کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا، مگر لامنس نے اپنی کتاب میں حضرت فاطمہ الزہراؓء کی زندگی کو کچھ اچھے رنگ میں پیش نہیں کیا۔ لامنس کو حضرت فاطمہؓ کے بنت رسول ہونے سے انکار نہیں مگر وہ اس امر پر متعجب ہے:

"ان المؤرخين المسلمين تناسوا فاطمة فلم يحفلوا بها أول الامر، حتى اذا ظهرت فكرة التشيع فى الاسلام عادوا يطيلون الحديث عنها، وأخذت شهرتها تذيع وتنتشر على حين ظلت أخواتها وليس لهن ذكر ولا عنهن حديث "(۲۴)

"بے شک مؤرخین نے حضرت فاطمہؓ کے حالات کے بارے میں بہت غفلت اور بے پرواہی برتی ہے اور اپنے تذکروں میں ان کے بہت ہی کم حالات درج کیے ہیں لیکن جب شیعیت نے زور پکڑا تو حضرت علیؓ کے ساتھ ساتھ حضرت فاطمہؓ کا ذکر بھی منظرِ عام پر آنے لگا، جبکہ آپ کی باقی بیٹیوں کا تذکرہ (پھر بھی) پردۂ گمنامی میں رہا۔"

عمر ابوالنصر نے اس کا مدلل جواب دیا ہے:

"فأما عدم ذكر مؤرخي السيرة لفاطمة وغير فاطمة من بنات رسول الله ﷺ فمرده أن مؤرخي السيرة انما كانوا يؤرخون للنبوة والاسلام، ولم تكن النبوة والاسلام معلقين ببنات الرسول متصلين بهن. (۲۵)

"اصل میں مؤرخین سیرت نے حضرت فاطمہؓ اور آپ کی دوسری بہنوں کے ذکر میں اس بناء پر اجمال سے کام لیا ہے ان لوگوں کے پیش نظر نبوت اور اسلام کی تاریخ لکھنے کا کام تھا۔ نبوت اور

اسلام کو رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں سے خصوصیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''

دراصل حضرت فاطمہؓ کے علاوہ بنات النبی ﷺ نے نہ تو کسی معرکے میں حصہ لیا، نہ وہ کسی جنگ میں شریک ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سیاست وشریعت میں بھی ان کا کوئی عمل دخل نہیں تھا، اس لیے مؤرخین نے ان کا ذکر نہیں کیا لیکن جہاں ضروری سمجھا گیا وہاں ان کا تذکرہ تفصیلاً موجود ہے۔ ہجرت حبشہ میں حضرت رقیہؓ، اسیران بدر میں ابوالعاص بن الربیعؓ کے ساتھ حضرت زینبؓ اور غزوۂ احد میں حضرت فاطمہؓ کی شرکت کتب احادیث وسیر وتواریخ میں موجود ہے۔

☆ لامنس نے ایک اعتراض یہ کیا ہے:

''فاطمہؓ کی اپنے والد اور صحابہ کی نظروں میں وہ قدر ومنزلت نہ تھی جو بالعموم محبوب اولاد کی اپنے والدین اور دیگر اعزہ واقربا کی نظروں میں ہوتی ہے۔ فاطمہؓ کو اپنے والد کے گھر میں احترام حاصل تھا اور نہ حقیقی وقار۔''(۲۶)

حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین اولاد تھیں۔ سب سے چھوٹی بیٹی ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے بے پناہ محبت تھی۔ کتب سیر میں تصدیق موجود ہے:

''وكان رسول الله يحب فاطمةؓ حباً شديداً'' (۲۷)

عبداللہ بن بریدہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

''كان أحب النساء الى رسول الله ﷺ فاطمةؓ'' (۲۸)

ابونعیم الاصبہانی لکھتے ہیں:

''كانت ابنته رسول الله ﷺ و اكرم أهله عليه'' (۲۹)

رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے اتنا پیار تھا کہ آپ ﷺ نے اسے اپنے جگر کا ٹکڑا قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''انما فاطمةؓ بضعة منى، يؤذينى ما آذاها و يريبنى ما رابها'' (۳۰)

جمیع بن عمیر سے روایت ہے:

''دخلت على عائشةؓ، فسألت أى الناس كان أحب الى رسول الله ﷺ؟ قالت: فاطمةؓ'' (۳۱)

امام ذہبیؒ بھی تصدیق کرتے ہیں:

"وقد كان النبي ﷺ يحبها ويكرّمها ويسر اليها" (۳۲)

''رسول اللہ ﷺ نا صرف حضرت فاطمہؓ سے محبت فرماتے تھے بلکہ ان کی تکریم کرتے اور ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔''

لامنس حضرت فاطمہؓ کے متعلق مزید گوہر افشانیاں کرتا ہے:

''فاطمہ کی ہمعصر عورتوں میں کوئی قدر و منزلت نہ تھی وہ دن رات حزن والم کی حالت میں زندگی بسر کرتی تھیں۔ علاوہ ازیں شکل وصورت کی بھی اچھی نہ تھیں اور یہ عیوب ان کی شادی میں تاخیر کا باعث ہوئے۔ گو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب آپؐ کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے لیکن فاطمہ کی شادی کا پیغام کہیں سے نہ آتا تھا۔'' (۳۳)

جہاں تک حضرت فاطمہؓ کے حزن والم کا تعلق ہے تو ایسا ممکن ہے، کیونکہ آپؓ نے جب ہوش سنبھالا تو یہ وہ وقت تھا جب مشرکینِ مکہ دعوتِ اسلام کی وجہ سے آپؓ کے پیارے والد حضرت محمد ﷺ کے دشمن ہو چکے تھے۔ گھر میں ہوتے تو ہمسائے ابولہب، اُم جمیل اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ سکھ کا سانس نہ لینے دیتے۔ ہر طرح کا کوڑا کرکٹ، کانٹے دار جھاڑیاں، اوجھڑیاں وغیرہ آپ ﷺ کے صحن میں پھینک دیتے اور جب آپ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو پتھراؤ کرتے ہوئے آپؐ کا پیچھا کرتے۔ آپؐ کو نعوذ باللہ ساحر، کاہن اور جادوگر قرار دیتے، خصوصاً شعب ابی طالب میں تو ظلم کی انتہا ہی کر دی گئی۔ ان تین سالوں میں سختیاں مزید بڑھ گئیں اور شعب ابی طالب سے نکلتے ہی حضرت فاطمہؓ کو اپنی مشفق و عزیز ترین والدہ محترمہ کی وفات کا صدمۂ جانکاہ جھیلنا پڑا۔

رفتہ رفتہ حالات اس قدر بگڑ گئے کہ آپؓ کے والد محترم حضرت محمد ﷺ کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ جانا پڑا۔ چھ ماہ کے بعد جب حضرت فاطمہؓ نے خود مدینہ منورہ ہجرت کی تو کچھ ہی عرصے کے بعد ۲ھ میں اپنی بہن حضرت رقیہؓ کی وفات کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ اس طرح آپؓ کی تمام بہنوں اور والد محترم نے آپؓ کی زندگی میں ہی وفات پائی۔ یقیناً ان حالات پر حساس اور باشعور شخص غمگین ہی ہوسکتا ہے۔

جہاں تک شکل وصورت کا تعلق ہے تو احادیث میں موجود ہے کہ آپؓ حضرت خدیجہؓ اور حضرت محمد ﷺ سے مشابہ تھیں۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے حضرت فاطمہؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا:

"کانت القمر لیلۃ البدر والشمس کفر غماما اذا خرج من السحاب، بیضاء مشربۃ حمرۃ لھا، شعر اسود من اشد الناس برسول اللہ ﷺ شبھا" (۳۴)

حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ محترمہؓ نے حضرت فاطمہؓ کی شخصیت کی بہت خوبصورتی سے نہایت جامع اور واضح تعریف کی ہے اوراس تعریف سے حضرت فاطمہؓ الزہرا کی دلآویز شخصیت ابھر کر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ آپؓ کا ایک لقب "زہرا" ہے اور یہ لقب آپؓ کو آپؓ کے حسن و جمال اور شگفتگی و تازگی ہی کی وجہ سے دیا گیا ہے۔(۳۵)

جہاں تک شادی کے پیغام کا تعلق ہے تو حضرت فاطمہؓ الزہرا اپنے زمانے کی ممتاز خواتین میں سے تھیں۔ اعلیٰ خاندان سے تعلق، جمالِ ظاہری، روحانی کمالات اور عمدہ اخلاق نے آپؓ کی شخصیت کو مزید چار چاند لگا دیئے تھے۔ قریش کے باعظمت وثروت حضرات کی خواہش تھی کہ آپؓ ان کے گھر میں بیوی کی حیثیت سے اجالا بکھیریں۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کے مطابق جلیل القدر صحابہ (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ) نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کے لیے پیغام نکاح دیا تھا مگر رسول اللہ ﷺ وحی الٰہی کے منتظر تھے۔(۳۶) چنانچہ وحی الٰہی کے آتے ہی آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کر دیا۔

لامنس نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ:

"حضرت فاطمہؓ الزہرا اُحد کے معرکے میں موجود نہ تھیں کیونکہ ابن ہشام اور طبری نے اس قسم کا کوئی واقعہ اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا۔"(۳۷)

ابن ہشام اور طبری نے اگر اس کا ذکر نہیں کیا تو اس عدم ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ واقعہ ظہور پذیر ہی نہ ہوا ہوگا۔

ابن ہشام (م۲۱۸ھ) اور طبری (م۳۱۰ھ) سے پہلے کے محدثین اور سیرت نگار محمد بن اسماعیل بخاری (م۲۵۶ھ) اور واقدی (م۲۰۷ھ) نے اپنی کتب میں یہ واقعہ درج کیا ہے۔

محمد بن اسماعیل بخاری (م۲۵۶ھ) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ما أصاب النبی من الجراح یوم احد میں لکھتے ہیں:

"کانت فاطمۃعلیھا السلام بنت رسول اللہ ﷺ تغسلہ وعلی بن ابی طالب یسکت الماء بالمجن فلما رأت فاطمۃؓ أن الماء لا یزید الدم الاکثرۃ اخذت قطعۃ من حصیر واحرقتھا والصقتھا فاستمسک الدم" (۳۸)

جب کہ محمد بن عمر واقدی (م ۲۰۷ھ)، کتاب المغازی'' میں لکھتے ہیں:

''وخرجت فاطمة فی نساء، وقد رأت الذی بوجهه صلی الله علیه وسلم فاعتنقته وجعلت تمسح الدم عن وجهه .... وغسلت فاطمةؓ الدم عن أبیها. ''

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

''وکن قد جئن أربع عشرة امرأة، منهن فاطمةؓ بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم یحملن الطعام والشراب علی ظهور هن ویقین الجرحی ویداوینهم'' (۳۹)

فاطمہؓ کو اپنے والد محترم سے بے حد پیار تھا۔ غزوۂ احد کے دوران صورتحال سے پریشان ہو کر چند عورتوں کے ہمراہ اپنے گھر سے غزوۂ احد پہنچیں۔ جب رسول پاک ﷺ کے چہرۂ اقدس کو زخمی دیکھا تو آپؐ کے گلے سے لپٹ گئیں اور اپنے ہاتھوں سے چہرۂ انور سے خون پونچھنے لگیں۔ حضرت علیؓ مشک میں پانی لائے تو آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کے زخموں کو دھویا۔ اور اس وقت جو ۱۴ خواتین زخمیوں کی مدد کے لیے آئی تھیں حضرت فاطمہؓ بھی ان میں شامل تھیں اور زخمیوں کے لیے وہ کھانا اور پانی ساتھ لائی تھیں اور ان کو کھانا کھلانے کے ساتھ ساتھ ان کی دوا بھی کرتی تھیں۔

لامنس کو حضرت فاطمہ کی ذکاوت وفطانت سے بھی انکار ہے وہ لکھتا ہے:

چونکہ مؤرخین نے فاطمہؓ کے ذکر میں بہت اجمال سے کام لیا ہے۔ اس لیے لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ ذکاوت وفطانت، دوراندیشی اور حسنِ بصیرت میں عائشہؓ سے بہت کم تھیں۔ (۴۰)

تاریخ سے یہ بات بآسانی معلوم کی جاسکتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ ذکاوت وفطانت اور حسن بصیرت میں کسی سے کم نہ تھیں۔ ان سے منسوب اشعار ان کی ذہانت وخوش ذوقی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ احمد بن طیفور (م ۲۸۰ھ) نے فصاحت وبلاغت میں باکمال خواتین کے بارے میں جو کتاب ''بلاغات النساء'' کے عنوان سے لکھی ہے اس میں صفحہ ۲۳ تا ۳۳، کلام فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے تحت ان سے منسوب کلام کے بارے میں لکھا ہے:

''اس کلام وواشعار کو پڑھ کر حضرت فاطمہؓ کی فصاحت وبلاغت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔''

لامنس کے ان تمام اعتراضات کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دیگر مستشرقین کی طرح اس کی حکمتِ عملی بھی سیرتِ بنات النبی ﷺ پر شکوک وشبہات کے دبیز پردے تاننے کے سوا کچھ نہیں۔ اس نے سیرت النبی ﷺ کو مشکوک بنانے اور بنات النبیؐ کا مرتبہ ومقام گھٹانے کے لیے اپنی تمام تر فکری، عملی، ذہنی وقلبی صلاحیتیں صرف کر دی ہیں اور تخیل کے زور پر سیرتِ بنات النبی ﷺ کے دامن پر فرضی دھبے ظاہر کر دیئے ہیں۔ اس کے اس رویے کی توجیہہ تعصب، ہٹ دھرمی، انانیت اور بدقسمتی کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی، مگر اس کے اس رویے کے باوجود سیرت بنات النبیؐ اپنی پوری آب وتاب سے ضوفشاں رہے گی۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ یحییٰ مراد، الدکتور، معجم اسماء المستشرقین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۴ء۔ص:۶۱۰

۲۔ Henri Lammens, Fatima et, Les Filles De Mahomet, Romae Sumptibus Pontificii institute Biblici. 1912, P: 4

۳۔ البخاری، الجامع الصحیح، دارالسلام، الریاض ۱۹۹۹ء، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ، حدیث: ۲۶۴۰، ص: ۶۸۸

۴۔ مسلم، الجامع الصحیح، دارالسلام، الریاض ۲۰۰۰ء، کتاب الجنائز، باب مافی غسل المیت، حدیث ۲۱۷۳، ص: ۳۷۸

۵۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الحریر للنساء، حدیث ۵۸۴۲، ص: ۱۰۲۹ء۔

۶۔ الحمیدی، المسند، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۸ء، ص: ۳۹۰۔

۷۔ ابوداؤد، السنن، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء۔ کتاب الجہاد باب فی فداء الاسیر بالمال، حدیث ۲۹۹۲، ص: ۳۹۰۔

۸۔ الھیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۴ء۔، ۲۴۸/۹

۹۔ ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ، دارالکتب الاسلامیۃ، بیروت ۲۰۰۴ء۔، ۱۳۰/۱۔

۱۰۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان ۲۔۱/۲۲۷۔

۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۶ء، ۶۳/۱۔

۱۲۔ مصعب زبیری، نسب قریش، دارالمعارف القاہرہ، ۲۱/۱

۱۳۔ ابوجعفر البغدادی، کتاب المحبر، دارالنشر الکتب الاسلامیہ، ص: ۷۹۔

۱۴۔ ابن حزم، جمھرۃ انساب العرب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان ۱۹۹۸ء، ص: ۱۶

۱۵۔ ابن قدامہ المقدسی، التبیین فی انساب القرشیین، عالم الکتب، بیروت ۱۹۸۸ء، ص: ۸۸۔

۱۶۔ Fatima et, Les Filles De Mahomet، P: 5,6

۱۷۔ محب الطبری، ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ، دارالمعرفۃ بیروت، لبنان ۱۹۹۲ء، ص: ۱۵۷ء۔

۱۸۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ فی عنقہ فی الصلاۃ، ص: ۸۸

۱۹۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۶۳/۸، ابن عبدالبر، الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب، دارالجیل بیروت، ۱۹۹۲ء، ۴۵۱/۴

۲۰۔ محب الطبری، السمط الثمین فی مناقب امہات المومنینؓ، المکتبۃ النھضۃ القاہرہ، ص: ۲۷۹

۲۱۔ التوبۃ، ۴۰:۹

۲۲۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۶۲/۸

۲۳۔ Fatima et, Les Filles De Mahomet, P : 22

۲۴۔ بنت الشاطی، تراجم سیدات بیت النبوۃ، دارالحدیث، القاہرہ، ۲۰۰۴ء، ص: ۴۹۱

۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ Fatima et, Les Filles De Mahomet, P : 52-54

۲۷۔ الشوکانی، محمد بن علی، درالسحابۃ، دارالفکر، دمشق، ۱۹۸۴ء، ص: ۲۷۸

۲۸۔ المستدرک علی الصحیحین، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۲/ ۱۶۸

۲۹۔ ابونعیم الاصبہانی، معرفۃ الصحابۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۲۰۰۲ء، ۲/ ۵۱ء۔

۳۰۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، ص: ۶۲۸

۳۱۔ الاستیعاب، ۴/ ۴۵۱

۳۲۔ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۹ء، ۲/ ۱۱۹

۳۳۔ Fatima et Les Filles De Mahomet, P: 17

۳۴۔ المستدرک علی الصحیحین ۳/ ۱۷۶

۳۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۴ء، ۵/ ۵۲۰

۳۶۔ مجمع الزوائد، ۹/ ۳۳۱

۳۷۔ Fatima et Les Familles De Mahomet, P; 45

۳۸۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مااصاب النبی من الجراح یوم احد، ص: ۶۹۰

۳۹۔ الواقدی، محمد بن عمر، کتاب المغازی، مؤسسۃ العلمی، ۱۹۶۶ء، ۱/ ۳۴۹

۴۰۔ Fatima et Les Filles De Mahomet, P: 18